مولانا محمود حسن
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ

سوانحی خاکہ، تحریکِ ریشمی رومال، دینی، ملی، سیاسی خدمات
خطبات، افکار وخیالات ولی اللّٰہی تحریک اور جماعتِ شیخ الہند

مؤلف

حافظ محمد ابوبکر شیخ

الجمعیۃ میڈیا فاؤنڈیشن

051-5550686,0336-5550686
0333-5175282
Email: aljamiat@yahoo.com

نام کتاب	مولانا محمود حسن حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ
تالیف	حافظ محمد ابوبکر شیخ
ناشر	الجمعیۃ میڈیا فاؤنڈیشن
مطبع	اقراء قرآن کمپنی اُردو بازار لاہور
تاریخ اشاعت	مارچ 2012 بمطابق ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
اشاعت دوئم	اکتوبر 2012ء بمطابق ذیقعد ۱۴۳۳ھ
سرورق	محمد عابد 0300-4338698
فارمیٹنگ	عبدالحسیب صابر 0306-4574107 0322-5224235
قیمت	200 روپے (مجلد نسخہ)

ملنے کا پتہ

اقراء قرآن کمپنی غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک
مکتبہ محمودیہ حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور
مکتبہ شہید اسلام، لال مسجد اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
الجمعیۃ اکیڈمی محلّہ جنگی پشاور
شبیر نیوز ایجنسی میزان چوک کوئٹہ
اور ملک بھر میں جمعیت علماء اسلام کے دفاتر سے طلب فرمائیں

سیاسی شعور بھی بیدار ہو۔ ان مقاصد کے لئے کمر باندھ کر اٹھنے والے یہ لوگ رسمی قسم کے راہنما اور لیڈر نہ تھے بلکہ خدارسیدہ بزرگ اور اولیاء وقت تھے اور ان کی باہمی گفت وشنید کوئی رسمی قسم کا مشورہ یا تبادلہ خیال نہ تھا بلکہ تبادلہ الہامات تھا۔ جیسا کہ وقت کے اولیاء اللہ کے قلوب پر بیک وقت یہ الہام ہوا کہ اب ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ وبقاء کی واحد صورت بقاء مدرسہ ہے چنانچہ اس مجلس مذاکرہ میں کسی نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حفظ دین ومسلمین کے لیے اب ایک مدرسہ قائم ہونا ضروری ہے کسی نے کہا کہ میرے قلب پر وارد ہوا ہے کہ مدرسے کا قیام ضروری ہے کسی نے کہا مجھے صریح لفظوں میں کہا گیا ہے کہ ان حالات میں مدرسے کا قیام بہت ضروری ہے ان اہل اللہ کا اس تبادلہ واردات کے بعد قیام مدرسہ پر جم جانا درحقیقت عالم غیب کا مرکب اجماع تھا جو قیام مدرسہ کے بارے میں منجانب اللہ واقع ہوا۔

اس سے جہاں یہ واضح ہے کہ اس وقت کے ہندوستان میں قیام مدرسہ کی یہ تجویز کوئی رسمی نہ تھی بلکہ الہامی تھی وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس تجویز کے پردہ میں ملک گیر اصلاح کی سپرٹ چھپی ہوئی تھی۔ جو محض مقامی یا ہنگامی نہ تھی کیونکہ اسلامی شوکت ختم ہو جانے کا اثر بھی مقامی نہ تھا جس کے تدارک کی فکر تھی وہ پورے ملک میں پڑ رہا تھا اس لیے اس کے دفعیہ کی یہ ایمانی رنگ کی تحریک بھی مقامی انداز کی نہ تھی بلکہ اس میں عالمگیری پنہاں تھی۔ گو ابتدا سے اس کی شکل ایک چھوٹے سے تخم کی سی تھی مگر اس وقت اس میں شجرہ طیبہ لپٹا ہوا تھا جس کی جڑیں قلوب کی زمین میں پھیلی ہوئی تھیں اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اس سلسلہ میں ان نفوس قدسیہ کے سربراہ حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ تھے جنہوں نے اس غیبی اشارے کو سمجھا اور اسے ایک تجویز کی صورت دی۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد یہ مبارک تجویز عملی صورت میں نمودار ہوئی اور 15 محرم الحرام 1283ھ بمطابق 30 مئی 1867ء کو دارالعلوم کی بنیاد رکھ دی گئی۔ بیس بڑے مسلمان ص 24 تا 26۔

دارالعلوم کی تاسیس اور پیشین گوئیاں:

دارالعلوم کی بنیاد کیسے رکھی گئی؟ بانیانِ دارالعلوم کے مقاصد واہداف کیا تھے؟ کن پیشین گوئیوں کی بنیاد پر تھے؟ ان سب سوالوں سمیت دیگر متعلقہ پہلوؤں کا جواب



حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ کی جامع ترین تحریر میں موجود ہے۔ ملاحظہ کیجئے!

دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے چھتہ کی مسجد کہتے ہیں ایک انار کا درخت ہے اسی درخت کے نیچے سے آبِ حیات کا چشمہ پھوٹا اور اسی چشمہ نے ایک طرف تو دین کے چمن کی آبیاری شروع کر دی اور دوسری طرف اس کی تیز وتند شرک ''بدعت'' فطرت پرستی، الحاد ودہریت اور آزادیٔ فکر کے ان خس وخاشاک کو بھی بہانا اور راستہ سے ہٹانا شروع کر دیا جنہوں نے مسلمانوں کے قلوب میں جڑ پکڑ کر انہیں یہ روزِ بد دکھایا تھا۔ بانی دارالعلوم کا یہ خواب کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے ہاتھوں اور پیروں کی دسوں انگلیوں سے نہریں جاری ہیں اور اطراف عالم میں پھیل رہی ہیں پورا ہوا اور مشرق ومغرب میں علوم نبوت کے چشمے جاری ہونے کی راہ ہموار ہوگئی۔ دارالعلوم کے مہتمم ثانی حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کا یہ خواب کہ علوم دینیہ کی چابیاں مجھے دی گئی ہیں۔ خواب ہی نہ رہا بلکہ حقیقت کے لباس میں جلوہ گر ہوگیا۔ اور اس مدرسہ کے ذریعے ان چابیوں نے ان قلوب کے تالے کھول دیئے جو علم کا ظرف تھے یا ظرف بننے والے تھے جن سے علم کے سوتے ہر طرف سے پھوٹنے لگے اور چند نفوس قدسیہ کا علم آن کی آن میں ہزار ہا علماء کا علم ہو گیا۔ حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی ؒ دیوبند سے گزرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچے تھے۔ جہاں دارالعلوم کی عمارت کھڑی ہوئی ہے تو فرمایا تھا کہ مجھے اس جگہ سے علم کی خوشبو آئی ہے۔ پس وہ خوشبو جس کو سیّد صاحب کی روحانی قوتِ شامہ نے سونگھا تھا ایک سدا بہار گلاب کے پھول، بلکہ گلاب آفرین درخت کی شکل میں آ گئی جس سے ہزاروں پھول کھلے اور ہندوستان کا اجڑا ہوا چمن تختہ گلاب بن گیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ خوشبو بیج بنے گی بیج سے کلی کھلے گی، شگفتہ کلی سے پھول بنے گی، پھول سے گلدستہ بنے گی اور اس گلدستہ کی خوشبو سے سارا عالم انسانی مہک اٹھے گا اور کسے پتہ تھا کہ ایشیا کی فضا میں مغربی استعماریت کے جو جراثیم پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ اس کی جراثیم کش مہک سے آپ ہی اپنی موت مرنے شروع ہو جائیں گے چنانچہ اس وقت کے برطانوی ہند میں نئی فاتح قوم انگریز کو فکر تھی کہ ہندوستان کے دل